دنیائے علم وادب کی عظیم الشان شخصیت

قاضی سید نور اللہ شوشتری

حیات و خدمات

از: پروفیسر سید محمد عزیزالدین
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

قاضی سید نور اللہ مرعشی الشوشتری شریف کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ کے نام کا کسی عالم نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ان کے دادا سید نور اللہ شوشتر کے معروف و ممتاز عالم تھے۔ ایہ ریاضی داں تھے، حکیم تھے اور علوم دین میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انھوں نے 'شرح زج جدید' صد باب اسطرلاب، اور ایک کتاب علم طب پر تصنیف کی جو جڑی بوٹیوں اور خوزستان کی آب وہوا کی مناسبت سے طریقہ علاج سے تعلق رکھتی تھی۔ قاضی نور اللہ کے دادا کے بھائی، سید زین الدین نے زمین کے بندوبست پر ایک کتاب 'رسالہ در تحقیق آراضی انفال، اور تصوف پر ایک کتاب 'نفحات لاھوت، تصنیف کی۔ قاضی نور اللہ شوشتری کے والد سید شریف، شیخ ابراہیم بن سلیمان قطیفی کے شاگرد تھے جو اپنے وقت کے عالی مرتبہ مجتہد تھے۔ سید شریف کے چار بیٹے تھے۔ سید نور اللہ، سید اسماعیل، سید قطب الدین اور سید وجیہ الدین محسن۔ قاضی نور اللہ کے بزرگ تبرستان کے دارالحکومت آمُل یا مازندران سے تعلق رکھتے تھے اور عباسی دور حکومت میں تشریف لائے تھے۔ آمُل سے یہ خاندان شوشتر منتقل ہوا جو ایران کے خوزستان صوبے کا ایک شہر تھا۔ قاضی نور اللہ شوشتری نے ابتداء میں اپنے والد سے علوم دین اور معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ طب کی تعلیم آپ نے حکیم عمادالدین سے حاصل کی۔ آپ کی دوسرے علوم کی تعلیم میر سیف الدین محمد اور میر جلال الدین محمد کی نگرانی میں ہوئی جو شوشتر کے صدر کے عہدے پر فائض تھے۔ ۱۵۷۱ء میں قاضی نور اللہ اعلیٰ تعلیم کے لئے شوشتر سے مشہد آگئے۔ مشہد میں

آپ اپنے وقت کے ایک مشہور و معروف عالم عبد الواحد کے ساتھ علمی کام میں مصروف ہوگئے۔ عبد الواحد بہت وسیع و عریض علاقے کی سیاحت کر چکے تھے اور عراق اور ایران دونوں کے نو مراکز علم کے علماء سے کسبِ فیض کر چکے تھے۔ انھوں نے حدیث، فقہ اور اصول فقہ پر اعلیٰ پایے کی کتابیں تصنیف کی تھیں اور ایک کتاب ریاضی کی بھی تالیف کی تھی۔ قاضی نور اللہ نے تکمیل علم میں بارہ سال مشہد میں گزارے۔ ۱۵۸۴ء کے دور میں مشہد متواتر یکے بعد دیگرے حادثات سے دوچار ہوا اور متواتر سیاسی بحران نے یہاں کے سکون و طمانیت کو ختم کر دیا ابھی شاہِ عباس تخت نشین نہیں ہوئے تھے، چنانچہ وہاں کی سیاسی ہلچل اور غیر یقینی حالات نے قاضی صاحب کو کسی زیادہ پر سکون جگہ منتقل ہو کر سکون اور یکسوئی سے اپنے علمی کام میں مصروف رہنے کی ترغیب دی۔ قاضی نور اللہ نے اس لیے دکن کو ترجیح نہیں دی کہ وہاں قاضی سلیمان اور میر محمد مومن جیسے ایرانی علماء پہلے ہی پہنچ کر اپنا اثر قائم کر چکے تھے۔ آپ نے مغل سلطنت کے دار الحکومت آگرہ کو چنا، ۲؎ جس کے لیے صائب نے بہت صحیح کہا تھا۔

ہم چو عزمِ سفر ہند کہ در ہر دل ہست
رقص سودائے تو در ہیچ سرے ہست کہ نیست

(جیسے ہر دل میں ہندوستان جانے کی خواہش موجود ہے، اسی طرح ایسا کوئی دل نہیں ہے جو تیری محبت میں محو رقص نہ ہو)

ہمایوں کے ہندوستان میں دوبارہ داخلے سے ایرانی علماء اور امراء کے لیے مغل سلطنت کے دروازے کھل گئے' جو ہندوستانی تاریخ میں ایک اہم موڑ تھا۔ اس فیصلے نے ہندوستانی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور علمی میدانوں میں تبدیلیوں کے لیے نئی راہیں کھول دیں۔ ایرانی علماء علوم دین اور علوم معقولات دونوں کے ماہر ہوتے تھے۔ ان علماء نے شاہی سرپرستی میں ایک نئی تعلیم کی بنیاد رکھی اور مدرسوں کے نصاب پر نظر ثانی کی۔ اس کے نتیجے میں خود اساتذہ اور طلباء دونوں کے طرز فکر اور سمجھ بوجھ میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ ایران میں تمام بڑے اور معروف شعراء۔ فردوسیؔ، اسدیؔ، نظامیؔ، سعدیؔ اور حافظؔ روشن خیالی، انسان دوستی امن و آشتی اور ہم آہنگی کے ترانے سنا چکے تھے۔ ایرانی شاعری نے ہندوستان اور ایران کے تعلقات میں ایک خوشگوار ماحول اور تقویت پیدا کر دی تھی۔ یہ وقت جب اکبر

(۱۶۰۵-۱۵۵۶ء) کا دربار ممتاز اور فاضل ماہرین طب، سائنس اور عمرانیات کے عالموں کا مرکز و مسکن تھا۔ اسی وقت اکبر نے "صلح کل" کی پالیسی اختیار کی تھی اور اس نے ہر شخص کو پوری آزادی سے کام کرنے کا اختیار اور سرپرستی فراہم کی تھی۔ مغل سلطنت کے پُرسکون اور اطمینان بخش ماحول سے متاثر ہو کر قاضی نور اللہ بھی ۱۵۸۴ء میں مشہد سے آگرہ ہجرت کر گئے۔ جیسا کہ ایک فارسی شاعر نے کہا تھا۔

خضر می دود بر سر راہ آگرہ
کہ گردد دلیل ہوا خواہ آگرہ

(خضر خود اس مسافر کی مدد کرنے آگرہ کی شاہراہ پر دوڑے چلے آتے ہیں جسے آگرہ سے محبت ہوتی ہے)

قاضی نور اللہ غالباً ۱۵۸۴ء میں آگرہ پہنچے۔ انھوں نے اپنے ایک دوست بہاء الدین آملی کو لکھا تھا۔ "دور دراز کی مسافتیں طے کرتا ہوا اور کافی صعوبتیں اور پریشانیاں جھیلتا ہوا میں ہندوستان کے دار الحکومت پہنچ گیا ہوں۔ قسمت نے میرا ساتھ دیا۔ مہر درخشاں کی ذات بابرکت سے مجھے فیضیاب ہونے کا موقع نصیب ہوا اور شہنشاہ اکبر کے سایہ عاطفت میں مجھے سکون قلب میسر ہوا، خوشی سے میری آنکھیں نم ہو گئیں اور میں نے یہ اشعار کہے:

(اللہ اکبر - مادر وطن سے) صبح رخصت
کوہسار کی وادی میں کیسی بجلی چمکی تھی
جس کی چمک نے مجھے خیرہ کردیا تھا
اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ رات کی تاریکیوں
نے اپنے بازو نہیں پھیلائے تھے سورج چمک رہا
ہے اور دن کی روشنی پھیل چکی ہے۔" [۳]

فتح پور سیکری میں ان کے میزبان حکیم ابو الفتح گیلانی تھے۔ اب اس دور تک فتح پور سیکری مغل سلطنت کا علمی مرکز بن چکا تھا۔ مشہور و معروف علماء و فضلاء حکیم ابو الفتح گیلانی، شیخ مبارک، ابو الفضل، فیضی، عبد الرحیم، شاہ فتح اللہ، عبد القادر، حکیم ہمام، حکیم علی، حکیم عین الملک وغیرہ اکبر کے دربار میں جمع تھے۔ فارسی شاعر کلیم نے لکھا تھا۔

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال
تانیامد سوئے ہند ستان حنا رنگین نشد

(ایران میں علم وکمال کی تحصیل کے ذرائع موجود نہیں ہیں، حنا بھی جب تک ہندستان نہ آئے رنگین نہیں ہوتی۔)

حکیم ابوالفتح گیلانی نے قاضی نوراللہ کو اکبر سے متعارف کیا۔ [۴] قاضی نوراللہ حضرت علی پر ایک کتاب تصنیف کر چکے تھے۔ انھوں نے اس کتاب کا عنوان اکبر کے نام کی مطابق سے 'جلالیہ' رکھا۔ ابوالفضل نے قاضی نوراللہ کو علماء کی اس فہرست میں شامل کیا ہے جو روایتی علوم کے ماہر تھے۔ [۵] ۱۵۸۵ء میں اکبر شمال، مغرب کی طرف روانہ ہوا اور واپسی کے سفر میں ۱۵۸۶ء میں لاہور پہنچنے کے لئے دریائے جہلم پار کیا۔ حکیم ابوالفتح گیلانی اور قاضی نوراللہ غالباً اس سفر میں اکبر کے ساتھ تھے۔ لاہور کے قاضی شیخ معین اکبر کو سلام کرنے حاضر ہوئے۔ اب وہ قضات کے فرائض کی انجام دہی کے لیے بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ وہ ایک عالم باعمل اور پاک طینت اور نیک دل شخص تھے۔ اکبر نے انھیں قاضی کے عہدے سے سبک دوش ہو جانے کی اجازت دے دی اور ان کی جگہ نوراللہ کو لاہور کا قاضی ۱۵۸۶ء میں مقرر کر دیا۔ نوراللہ ایک ایسے شخص کا متبادل اور جانشین مقرر کیے گئے تھے جن کی عبد القادر بدایونی بڑی توقیر و احترام کرتا تھا۔ ''شیخ معین انسانی قالب میں ایک فرشتہ تھے۔ وہ اپنے وظیفے کی ساری رقم، جس پر انھیں کامل اختیار تھا، ان کاتبوں پر خرچ کر دیتے تھے جنھیں انھوں نے ان قابل قدر کتابوں کو نقل کرنے کے لیے ملازم رکھا ہوا تھا جنھیں بعد میں وہ طالب علموں میں تقسیم کر دیتے تھے۔'' ایسے کسی شخص کی جانشینی کرنا بڑا چنوتی بھرا کام تھا۔ [۶] نوراللہ کو لاہور کے قاضی کے عہدے پر تقرر خود ایک اور وجہ سے بھی اہمیت کا حامل تھا کیوں کہ یہ شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے، اور اب یہ کوئی راز نہیں تھا۔ نوراللہ نے خود لکھا ہے: ''مجھے یقین ہے کہ چوں کہ اب ہندوستان میں ایک سلطان عادل کی حکومت ہے، اب تقیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' [۷] حالاں کہ 'محضر' پر قاضی نوراللہ کے دستخط نہیں ہیں مگر مندرجہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قاضی نوراللہ بھی اکبر کو 'سلطان عادل' مانتے تھے۔ قاضی نوراللہ نے یہی رائے اپنی تالیف 'رسالہ اللمعۃ فی تحقیق صلوۃ الجمعہ' میں ظاہر

کی ہے۔٨ عبدالقادر بدایونی بھی اس سے بخوبی واقف تھے کہ نوراللہ شیعہ تھے۔، جس کا اظہار انھوں نے منتخب التواریخ، میں کیا ہے۔٩ یہ بات اہم ہے کہ ہندوستان میں سلطنت کے قیام سے اب تک قاضی کے عہدے پر کسی شیعہ کی تقرری کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مولانا ضیاء الدین برنی نے 'تاریخ فیروز شاہی' میں لکھا ہے کہ "غیر سنی مسلمانوں کو عہدہ نہیں دیا جانا چاہیے۔"١٠ دہلی کے سلطان اور مغل شہنشاہ دونوں ہی حنفی فقہ کے پیرو تھے اور شعبۂ قضا کو فقہ حنفی کی بنیاد پر مانتے ہوئے اسی کے مطابق فیصلے کرنے ہوتے تھے۔ اس لیے صرف سنی علماء ہی قاضی کے عہدے پر فائض کیے جاسکتے تھے۔ قاضی نور اللہ نے صرف اپنے فقہ جعفری کے علم پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا١١ بلکہ انھوں نے فقہ کے دوسرے مسلکوں- حنفی، ١٢ شافعی، ١٣ مالکی، ١٤ اور حنبلی ١٥ پر بھی پورا عبور حاصل کیا تھا۔ اور حنفی فقہ کا تو انھوں نے صرف مطالعہ ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس پر ایک تنقیدی تحریر 'حاشیہ شرح الوقایہ فی فقہ الحنفیہ' بھی تحریر کیا تھا۔١٦ اکبر نے ان کے اسلامی قوانین واصول پر عبور کو دیکھ کر ہی، ان کے شیعہ ہونے کے باوجود، قاضی کے عہدے پر تقرر کیا تھا۔ بقول مرزا محمد علی "قاضی نور اللہ شوشتری نے اکبر کو بتلا دیا تھا کہ وہ صرف ایک مکتب فقہ کے پابند نہیں رہیں گے۔ پھر بھی وہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہوں کی حدود سے باہر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔"١٧ یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا اور بعد کے دور میں بھی ہمیں ایسے فیصلے نظر آجاتے ہیں ہمیں اورنگ زیب کے دور حکومت (١٧٠٧-١٦٥٨) میں ایسی ایک اہم مثال نظر آتی ہے۔ اورنگ زیب نے لکھا تھا "یہ فیصلہ حنفی قوانین کے مطابق ہے، اس مقدمے کا فیصلہ کسی دوسرے مسلک کے اعتبار سے کرو تاکہ قلمرو سے گرفت نہ چھوٹے۔ ہمارا تعلق کٹر شیعہ فرقے سے نہیں ہے کہ پورے قریہ میں صرف ایک ہی درخت ہو، الحمد للہ ہمارے چار مکتبِ قوانین ہیں۔" اس تحریر کے بعد قاضی نے اعلان کردیا کہ جنگی قیدیوں (ہندو مسلمان دونوں) جو، عبرت کے لیے قتل کردیا جائے،۔ جس پر بادشاہ نے لکھا "میں متفق ہوں" انہیں قتل کردیا جانا چاہیے۔"١٨

عبدالقادر بدایونی نے نور اللہ کے قاضی کے عہدے پر تقرری کے سلسلے میں کوئی تنقید نہیں کی۔ بلکہ حقیقت میں انھوں نے ایک قاضی یا جج کی حیثیت سے نور اللہ کے اوصاف کی تعریف ہی کی

ہے۔ اپنی کتاب کے دیباچہ میں بدایونی لکھتا ہے "میں ان لوگوں سے مخاطب ہوں جو صحیح المزاج، زود فہم اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کے عادی ہیں۔" ۱۹ اور یہ لکھ کر وہ جو کچھ لکھنا چاہتا تھا اور جس طرح چاہتا تھا لکھتا ہے۔ "انصاف کی بات تو یہ ہے کہ انھوں (شوشتری) نے لاہور کے گستاخ مفتیوں اور عیار ومکار محتسبوں کو، جو فرشتوں کے استاد (ابلیس) کو بھی سبق پڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ نظم وضبط میں باندھ دیا ہے اور رشوت کی تمام راہیں بند کر کے انہیں قواعد میں ایسا جکڑ دیا ہے جیسے مغز کسی خول میں بند ہوتا ہے اور اس حد تک نظم وضبط عائد کر دیا ہے کہ جس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔" ۲۰ اس تنقیدی جملے میں بدایونی نے بیک وقت قاضی نور اللہ شوشتری کے نیک اوصاف پر روشنی ڈالتے ہوئے ان سنی علماء کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو مفتیوں اور محتسبوں کے عہدوں پر فائز تھے۔ بدایونی نے اس نکتے کی وضاحت اپنی کتاب کے تعارف میں اس طرح کی ہے۔ "میری ان سے کوئی غرض نہیں ہے جو شریعت کے پابند نہیں ہیں، اور جو اسے اصولی اور عملی طور پر تسلیم نہیں کرتے۔" ۲۱ ان کے اس اظہار رائے سے بالواسطہ طور پر ان بدعنوانیوں اور بے ایمانیوں کی حدود کا اندازہ ہوتا ہے جو عہد اکبری میں لاہور میں عام تھیں۔ بدایونی نے بے ایمان اور رشوت خوروں کو کرسی انصاف پر بیٹھے دیکھا تھا۔ اس نے محسوس کیا ہوگا کہ اگر ایسے غیر معمولی حالات میں دربار کی مثال اور اس کے اثرات سے 'سرکاری علماء' اور ان کے شریعت پر قائم رہنے اور اس کے نفاذ کے خلاف عوام کے جذبات کو تقویت مل گئی تو شریعت، جس پر مسلمان کی زندگی کا انحصار ہے، خود ہی ختم ہو جائے گی۔ بدایونی ایسے علماء - خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ — کے خلاف سخت تنقید کرتے ہیں۔ انھوں نے ایسے علماء کی موت پر ان کے مادۂ تاریخ لکھتے وقت بھی انہیں تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ انھوں نے شیخ ابراہیم چشتی کو "شیخ ممسک" اور شیخ گدائی کو "جسم خنزیر" کے مادہ تاریخ سے یاد کیا ہے۔ ۲۲ بدایونی نے قاضی نور اللہ کی علمیت اور پاکیزگی پر ان الفاظ میں اظہار رائے کیا ہے گو کہ یہ مذہباً شیعہ ہیں مگر اپنی غیر جانبداری، عدل وانصاف، پاکبازی، انکساری، نیک طینتی، زہد و تقویٰ اور ایسے اوصاف میں ممتاز ہیں جو شریف النفس افراد کا شیوہ ہوتے ہیں اور یہ اپنے علم، حلم، زود فہمی، فہم وفراست، صفائے قلب، جودت طبع اور دقیقہ رسی کے لئے عالم میں مشہور ہیں، اور انھوں نے فیضی کی 'تفسیر بے نقط' پر رسالہ تحریر کیا ہے اس کی توصیف وتعریف بیان

کی حدود سے باہر ہے۔ انھیں شاعری سے بھی شغف ہے اور بہت مؤثر شاعری کرتے ہیں۔"۲۳ علماء بدایونی کے چٹکلے اور طنزیہ ان کی بڑی ممتاز خصوصیت ہیں۔ بدایونی کچھ چھپانے یا کسی قسم کا پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ وہی لکھتے تھے جو محسوس کرتے تھے۔ ان کا نہ کسی طبقے سے تعلق تھا اور نہ انھیں کسی کو خوش یا مطمئن کرنے سے دلچسپی تھی۔

۱۵۸۶ء میں مغلوں نے کشمیر فتح کیا اور محاصل بندوبست طریقہ کار وہاں رائج کیا گیا مگر اکبر کی اصلاحات میں بد انتظامیوں اور مالی خرد برد اور بدعنوانیوں نے رکاوٹیں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ اکبر نے قاضی نور اللہ کو تحقیقات کے لئے مقرر کیا۔ ۱۵۹۱ء میں قاضی نور اللہ اور قاضی علی تحقیقات کر کے رپورٹ تیار کرنے کیلئے کشمیر بھیجے گئے۔ قاضی نور اللہ نے شعبہ محاصل کے افسروں کی بدعنوانیوں اور غبنوں کی اطلاعات شہنشاہ کو بھیج دیں۔ ان تحقیقات کے بعد قاضی نور اللہ تو واپس آگئے مگر قاضی علی کشمیر میں ہی رہے۔ جن لوگوں کو ان دونوں سے نقصان پہنچا تھا وہ ان کے اتنے دشمن ہو گئے کہ قاضی علی کو قتل کر دیا۔۲۴

۱۵۹۹ء میں قاضی صاحب کو آگرہ کی فوج کا قاضی مقرر کر دیا۔۲۵ اس طرح قاضی نور اللہ کے مختلف حیثیتوں میں دیانت داری سے کام کرنے کے نتیجے میں ان کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے۔

ہندوستان آنے سے پہلے بھی انھوں نے کچھ کتابیں لکھی تھیں۔ یہاں آکر انھوں نے متعدد علوم پر بہت کچھ لکھا: تفسیر، قرآن، حدیث، ریاضی، منطق، فلسفہ، تاریخ، صرف و نحو، اور دیگر مضامین میں وہ متواتر لکھتے رہے۔ ان کی بہت سی معروف کتابوں میں 'مجالس المومنین' بھی ہے۔ اس کے چھٹے باب میں انھوں نے تصوف پر بحث کی ہے جو بذات خود ایک اہم کام ہے۔ قاضی نور اللہ بڑے پائے کے شاعر بھی تھے۔ ان کے کچھ اشعار یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

عشق تو نہالی است کہ خواری ثمر اوست
من خاری ازان بادیہ ام کاین شجر اوست
برمائدہ عشق اگر روزہ کشائی
ہشدار کہ صد گونہ بلا ما حضر اوست
دہ کاین شب ہجر یو برماچہ دراز است

گوئی کہ مگر صبح قیامت سحر اوست
فرہاد صفت این ہمہ جان کندن نوری
در کوہ ملامت بہ ھوای کمر اوست
شکر خدا کہ نور الٰہی رہبرم
وزنار شوق اوست فروزندہ گوہرم
اندر حسب خلاصۂ معنی وصورتم
واندر نسب سلالۂ زہرا وحیدرم
دارای دھر سبط رسولم پدر بود
بانوی شہر دختر کسری است مادرم
شائستہ ہست آنہم ازان ناخلف کہ گفت
شائستہ میوۂ دل زہرا و حیدرم

۱۶۰۲ء میں جہانگیر کے حکم سے ابوالفضل کو بیر سنگھ بندیلا اور سادات بارہہ کے ایک سید کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔ابوالفضل کی موت صرف اکبر کے لیے ہی ایک شدید صدمہ نہیں تھی بلکہ قاضی نوراللہ کے لیے بھی زبردست نقصان کا پیش خیمہ تھی۔ان کے زیادہ تر دوست۔فتح اللہ، حکیم ابوالفتح گیلانی، قاضی علی، فیضی، ابوالفضل وغیرہ یا فوت ہو چکے تھے یا قتل کردیے گئے تھے۔۱۶۰۳ء میں انھوں نے ایران واپس ہونے کا فیصلہ کر لیا مگر اکبر نے انھیں اجازت نہیں دی۔۲۶ اس کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں، اکبر ایک اور عالم کو نہیں کھونا چاہتا تھا، پھر یہ کہ اگر وہ چلے گئے تو انھیں راستے میں قتل کردیے جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا، جیسا کہ بیرم خاں کے ساتھ ہو چکا تھا۔اکبر کے انتقال کے دو سال بعد قاضی نور اللہ کو یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اب ان کا کوئی دوست باقی نہیں بچا اور وہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھر چکے ہیں۔لاہور میں بحیثیت قاضی، کشمیر میں بدعنوانیوں کے افسر تحقیقات اور فوج کے قاضی رہ چکنے کے بعد یہ صورت حال قدرتی بات تھی۔

جہانگیر کے عہد حکومت (۲۷-۱۶۰۵ء) میں بروز جمعہ ۱۸/ جمادی الثانی ۱۰۱۹ھ، ۷/ستمبر ۱۰

۱۶ کو انھیں قتل کر دیا گیا۔ ۲۷

میر نور اللہ عالی انتساب　　زین زمانہ بادل آگہ شد
سال رحلش مظہر الحق زد رقم　　عدن جای میر نور اللہ شد
ظالمی اطفای نور اللہ کرد　　قرۃ العین نبی را سر برید
نو بادہ ٔ باغ مصطفی نور اللہ　　شاہی ظالم شہید کردش ناگاہ
سال قتل حضرتش ضامن علی　　گفت نور اللہ سید شد شہید

در عہد جہانگیر بادشاہ بسعادت شہادت فائز شدند۔

بہر حال بڑی عجیب بات ہے کہ جہانگیر نے اپنی تزک میں قاضی نور اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ انہیں کربلا کے بالمقابل، جہاں آج دیال باغ (آگرہ) کا علاقہ ہے دفن کر دیا گیا۔ ۲۸ جب کہ کربلا ان کے مدفن سے اتنی قریب تھی تو انہیں کربلا کے اندر کیوں دفن نہیں کیا گیا؟ اس دور اور اس کے بعد کے مآخذ اس مسئلے پر خاموش ہیں۔ ۱۷۷۴ء میں قاضی صاحب کے انتقال کے ایک سو چونسٹھ سال بعد ،سید محمد منصور حسینی نیشاپوری نے ان کی قبر پر ایک مقبرہ بنوادیا۔ ۲۹ ۱۹۵۴ء میں مولانا سید حامد حسین موسوی نے قاضی نور اللہ کے مزار میں دلچسپی لینی شروع کی۔ ۳۰ ۱۸۷۳ء میں علی نقی نے ان کے مزار کا ایک حصہ اور مسجد کی تعمیر کروائی۔ ۳۱

فرمود علی نقی مزارش تعمیر　　گشتن جمیع مومنینش ہمرا
سال تعمیر این مبارک روضہ　　جنات النعیم مرقد نور اللہ

"مرقد منور مضجع مطہر سید سندی عالی مقدار شہید والا تبار۔ بہار باغ امامت سحاب گلشن سیادت برق گشت زار اہل ضلالت۔ پیشوای فرقہ ناجیہ باسعادت یادگار شہسوار یثرب و بطحا چشم و چراغ شہید کربلا آفتاب آسمان ہدایت و رہبری ابو الفضائل سید نور اللہ شوشتری مضجعہ کہ در ۱۰۱۹ھ بدرجہ شہادت فائز و مرمت مرقد مطہر ش در ۱۱۸۸ھ بشہود پیوست۔"

اسی سال 'قاموس الاخبار' میں مزار کی تعمیر کے لیے چندے کی ایک اپیل شائع ہوئی۔ اس نتیجے میں کچھ افراد۔ مولوی سید اصغر علی۔ میر عنایت حسین، میر حسن علی، میر کمال الدین (قصبہ جلالی،

ضلع علی گڑھ) سید علی نقی اور دیگر حضرات نے مزار کی تعمیر کے لیے چندہ دیا۔ ۱۹۱۲ء میں آگرہ میں "بھرت پور آگرہ سادات کانفرنس" کا قیام عمل میں آیااور اس کا پہلا اجلاس ۲۵ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۱۲ء میں مزار کے احاطے میں ہی منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آگرہ۔ مہاجن، سید پور، پہر سر، بھرت پور، بیانا، ہیلک اور دھولپور کے سیدوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس کی قرارداد نمبر ۱۰ میں قاضی نوراللہ کے مزار کے زائرین کیلیے ایک مسافر خانہ تعمیر کرنے کی تجویز پاس کی گئی اور قرارداد نمبر ۱۲ کے تحت بارہ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جسے مزار کی تعمیر کی دیکھ بھال کا کام سونپ دیا گیا۔ قرارداد نمبر ۱۳ کے تحت مولانا سید ناصر حسین سے، جو مزار کے معاملات میں پہلے ہی سے گہری دلچسپی لے رہے تھے، درخواست کی گئی کہ وہ مزار پر اپنی سرپرستی میں سالانہ جلسہ منظم کیا کریں۔ ۱۹۱۲ء کے آس پاس ہی مولانا نے مزار کا ایک خوبصورت صدر دروازہ سنگ سرخ سے بنوایا جس پر سنگ مرمر کی مرصع کاری کی گئی تھی۔ اس کے بعد ان کے بیٹے مولانا سید الملت نے مزار کی خوبصورت عمارت بنوانے کے سلسلے میں کام کیا۔

قاضی سید نوراللہ شوشتری ایک عالم با عمل کردار کے مالک تھے اور اپنے علمی تبحر، زود فہمی، ذہنی یکسوئی، احساس و شعور کی تیزی اور صفائی اور فہم و فراست کے لیے مشہور تھے۔ انھیں ان کی بے لاگ غیر جانبداری، منصفانہ فکر، سادگی اور پاکبازی کے لیے بھی یاد کیا جاتا رہے گا۔

قاضی نوراللہ کے پانچ باصلاحیت لڑکے تھے۔ ان کے سب سے بڑے لڑکے سید شریف بہت اعلیٰ پایے کے عالم تھے۔ ایران کے قیام کے دوران شاہ عباس صفوی ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ لیکن قاضی نوراللہ نے اپنے بیٹے پر زور ڈالا کہ وہ حکومت میں شامل نہ ہوں بلکہ خود کو اعلیٰ تعلیم کے حصول اور دانشورانہ مباحثہ میں مصروف رکھیں۔

۱۶۰۶ء میں وہ ہندوستان واپس آگئے۔ اپنے والد کے قتل کا ان پر اتنا شدید صدمہ ہوا کہ ان کا انتقال صرف اٹھائیس سال کی عمر میں ۱۶۱۱ء میں ہوگیا۔ سید شریف 'حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ قدیمہ" کے مصنف تھے۔ انھوں نے نو مختلف مذاہب پر ایک رسالہ بھی تالیف کیا تھا۔ قاضی صاحب کے دوسرے بیٹے سید محمد یوسف شاعر تھے۔ ان کے تیسرے بیٹے علاء الملک نے شیراز میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پھر ہندوستان واپس آگئے۔ انھوں نے آگرہ میں ہی تعلیم و تعلم کو اپنا پیشہ بنایا۔ بعد میں انھیں مغل

بادشاہ شاہ جہاں (۵۸-۱۶۲۷ء) کے بیٹے شہزاد شجاع کا اتالیق مقرر کر دیا گیا۔ یہ ''انوار الہدیٰ، سیرت الواصل فی اثبات الواجب، مہذب المنطق، اور فردوس، تاریخ شیراز کے مصنف تھے۔ ان کے چوتھے بیٹے ابوالمعالی کچھ عرصہ تک قطب شاہی حکمرانوں کے دربار میں رہے جہاں انھوں نے مصائب النواصب، کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ 'شرح الفیہ' رسالہ فی العدل'' رسالہ نافع... واجب...' اور 'تفسیر الی سورۃ اخلاص' کے مصنف تھے۔ قاضی صاحب کے پانچویں بیٹے میر علاء الدولہ شاعر تھے۔

شد آن کہ اہل نظر بر کنارہ میر فتند
ہزار گونہ سخن در زبان ولب خاموش
بہ بانگ چنگ بگوئیم بر حکایتہا
کہ از نہفتن آن دیگ سینہ می زد جوش
شراب خانگی از ترس محتسب خوردن
بروی یار بنو شیم و بانگ و بانگ نوشانوش

قاضی نور اللہ شوشتری کی علمی خدمات:

شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری، نادر الوجود شخصیت کے مالک تھے۔ اتنی جامع صفات شخصیت خال خال ہی نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنے دور کے ہر میدان میں اپنی شخصیت کا لوہا منوایا۔ آپ بلند پایہ عالم، بہترین خطیب، اعلیٰ منظم، بے مثال قاضی، جذاب شاعر اور کم نظیر صاحب قلم... تھے۔

آپ نے اپنے دور میں رائج تقریباً سبھی علوم میں سو سے زاید کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ جن کی موضوعاتی فہرست قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے:

الف:- تفسیر

ا۔ الحاشیہ علی تفسیر البیضاوی	عربی
۲۔ تفسیر بیضاوی پر ایک اور حاشیہ	عربی
۳۔ انس التوحید فی تفسیر آیۃ العدل والتوحید۔	عربی
۴۔ تفسیر آیۃ انما المشرکون نجس	عربی

۵۔ تفسیر آیۃ الرؤیا عربی
۶۔ تفسیر آیہ فمن یدراللہ ان یهدیه یشرح صدره لاسلام عربی
۷۔ کشف العوار فی تفسیر آیۃ الغار
۸۔ تفسیرِ آیۃ تطہیر ورد کلام فخر رازی
۹۔ تفسیر آیہ قال انّی اری سبع بقرات عربی
۱۰۔ رسالہ السحاب المطیر فی تفسیر آیة التطهیر عربی

ب:۔ حدیث، شرح حدیث، دعائیں:

ا۔ ادعیہ ماثورہ
۲۔ شرح دعاء صباح منقول از حضرت امیر المومنینؑ (فارسی) آپ نے یہ شرح ۹۹۰ھ میں خیرات بیگم نامی ایک شہزادی کے لئے لکھی ہے۔
۳۔ شرح مشکوٰۃ المصابیح
۴۔ النظر السلیم۔ سنی عالم محی الدین البغوی کی کتاب مقدمۃ المصابیح کی شرح۔
۵۔ رسالہ در فضیلت عید بابا شجاع

ج:۔ علم کلام

ا۔ احقاق الحق۔ اس کتاب کے متعلق صاحب کشف الحجب لکھتے ہیں:

نقض فيه البطال الذى الفه ابن روز بهان زاعما انه جواب نهج الحق ونهج الصدق لآية الله فى العالمين العالمة الحلّى اس کتاب میں شہید ثالث نے ابن روز بہان کی کتاب ''ابطال الباطل'' کا جواب دیا ہے جسے ابن روز بہا علامہ حلّی کی کتاب ''نہج الحق و نہج الصدق'' کا جواب سمجھتے تھے۔ یہ کتاب شہید نے عربی زبان میں ۱۰۱۴ھ میں آگرہ میں تالیف فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ یہی کتاب آپ کی شہادت کا باعث ہوئی ہے۔

۲۔ ''مصائب النواصب'' اس کتاب کے متعلق صاحب کشف الحجب لکھتے ہیں نقض فی ھذا الکتاب نواقض الروافض نقضاً جید أورتبہ علی مقدمات جیاد وو جیود شداد اولہ نحمد ک یا من جعلنا من الفرقۃ الناجیۃ الامامیۃ

الاثناعشریہ" شہید ثالث نے اس کتاب "نواقض الروافض کا بہترین جواب دیا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے چند عمدہ مقدمات ترتیب دیئے ہیں اس کے شروع میں ہے کہ اے ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اے وہ ذات جس نے ہمیں نجات پانے والے فرقہ امامیہ اثناعشریہ میں قرار دیا ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔

۳۔ صوارم مہرقہ فی دفع الصواعق المحرقہ۔ عربی۔

۴۔ شرح اثبات واجب جدید۔ عربی۔

۵۔ شرح اثبات واجب قدیم۔ عربی۔

۶۔ حاشیہ بر بحث عذاب قبر از شرح عقاید نسفی۔ عربی۔

۷۔ رسالہ نور العین۔

۸۔ رسالہ الذکر الابقی۔ عربی۔

۹۔ حاشیہ بر رسالہ اجوبہ فاخرہ۔ عربی۔

۱۰۔ رسالہ حقیقت عصمت کے بارے میں۔ عربی۔

۱۱۔ رسالہ فی جواب شہاب الشیطان۔

۱۲۔ رسالہ الموذج معروف بہ جلالیہ۔ عربی۔

۱۳۔ حاشیہ بر مبحث امامت شرح تجرید۔ عربی۔

۱۴۔ حاشیہ بر معاد شرح۔ عربی۔

۱۵۔ شرح مبحث حدوث عالم از الموذج دوانی۔ عربی۔

۱۶۔ رسالہ تصحیح ایمان فرعون کے جواب میں۔ عربی۔

۱۷۔ رسالہ فی رد ما کتب بعضھم فی نفی عصمۃ الانبیاء۔ عربی۔

۱۸۔ رسالہ میر یوسف علی حسینی اخباری کے سوالات کے جواب میں۔ عربی۔

۱۹۔ رسالہ النور الانوار والنور الازھر فی تنویر خفاء یا رسالہ القضاء والقدر۔ عربی۔

یہ رسالہ، علامہ حلی کے رسالہ، استقصاء النظر فی بحث القضاء والقدر پر بعض مخالفوں کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ یہ رسالہ شہید ثالث نے جمادی الثانی ۱۰۱۸ھ میں مکمل کیا ہے۔

۲۰۔رسالہ دافعة الشقاق کتاب کشف الحجب میں اس کتاب کا نام دافعة النفاق ہے۔
۲۱۔نہایۃ الاقدام۔
۲۲۔رسالہ۔صواعق محرقہ کے ترجمہ کے مقدمات کے جواب میں۔
۲۳۔رساله فی ردرسالة الکاشی۔
۲۴۔رساله فی رد شبهة فی تحقیق العلم الالٰهی۔
۲۵۔رسالہ خیرات حسان۔
۲۶۔رساله فی بیان وجوب اللطف ، معروف بہ الطرائف۔
۲۷۔حاشیہ شرح مواقف۔
۲۸۔ بحر الغدیر در اثبات حدیث تواتر۔ غدیر۔
۲۹۔حاشیہ تبصر ة العوام پر۔

۳۰۔رسالہ رفع القدر۔یادفع القدر۔	عربی۔
۳۱۔رسالۃ العقال۔	عربی۔
۳۲۔ تحفۃ العقول۔	عربی۔
۳۳۔ موائد الانعام۔	عربی۔
۳۴۔العشر ۃ الکاملۃ۔	عربی۔
۳۵۔رسالہ لطیفہ یالطیفہ۔	عربی۔
۳۶۔رسالہ جلالیہ۔	عربی۔
۳۷۔اجوبۃ مسائل سید حسن غزنوی۔	عربی۔

ز:-فقہ واصول فقہ:

ا۔تہذیب الاکمام فی شرح تہذیب الاحکام۔یہ کتاب شہید نے شوشتر میں ۸ جلدوں میں لکھی ہے۔

۲۔حاشیہ شرح تہذیب الاصول۔	عربی۔
۳۔حاشیہ۔علامہ حلّی کی کتاب قواعد الاحکام کے باب شہادت پر۔	عربی۔

۴۔حاشیہ مختلف الشیعہ۔ عربی۔

۵۔حاشیہ۔شرح مختصر الصول۔ عربی۔

۶۔رسالۃ لمعۃ فی صلوٰۃ الجمعۃ ۔ عربی۔

۷۔رسالہ فی نجاسۃ الخمر۔ عربی۔

۸۔رسالۃ فی رکنیۃ السجدتین۔ عربی۔

۹۔رسالہ فی غسل الجمعۃ ۔ عربی۔

۱۰۔رسالۃ فی مسئلۃ لبس الحریر۔ عربی۔

۱۱۔منتخب کتاب المحلی لابن جزم الاندلسی۔ عربی۔

۱۲۔رسالہ آب قلیل کی نجاست کے بارے میں۔ عربی۔

۱۳۔رسالۃ فی مسئلۃ الکفار۔ عربی۔

۱۴۔تعلیقات شرح مختصر الاصول للقاضی یحیٰ الشافعی۔عربی۔

۱۵۔رسالہ دراثبات مسح رجلین۔ عربی۔

۱۶۔رسالۃ فی تقدیر الماء الکثیر الذی حکم علیہ الشارع بالتطہیر۔عربی

۱۷۔حاشیہ شرح الوقایہ فقہ الحنیفیۃ ۔ عربی۔

۱۸۔ رسالۃ فی ردمالفہ تلمیذ ابن اھمام فی بیان اقتداء الحنفیۃ بالشافعیۃ۔عربی۔

۱۹۔غایۃ المرام۔ شرح تہذیب الاحکام۔ عربی۔

۲۰۔حاشیہ ھدایہ پر عربی۔

۲۱۔ رسالہ فی تجدید الوضوء عربی۔

ھ:۔منطق:

۱۔حاشیہ۔شرح شمسیہ قطبی پر۔ عربی۔

۲۔شرح بدیع المیزان۔ عربی۔

۳۔حاشیہ۔تہذیب ملا جلال کے حاشیہ پر۔ عربی۔

۴۔حاشیہ تہذیب المنطق کے حاشیہ جلالیہ پر۔	عربی۔

و:۔فلسفہ:

ا۔حاشیہ شرح ھدایہ پر۔	عربی۔
۲۔حاشیہ۔شرح تجرید کے حاشیہ قدیمہ پر۔	
۳۔حاشیہ۔شرح تجرید اصفہانی پر چلپی کے جواب میں۔	عربی۔
۴۔حاشیہ۔شرح تجرید کی الٰہیات پر۔	عربی۔
۵۔شرح حاشیہ تشکیک۔	عربی۔
۶۔رسالہ۔انواع کم کے بیان میں۔	عربی۔
۷۔ رسالہ فی ان الوجود لامثال لہ۔	عربی۔
۸۔حاشیہ۔شرح تجرید کے مبحث اعراض پر۔	عربی۔
۹۔حاشیہ۔شرح تجرید کے مبحث جواہر۔	عربی۔
۱۰۔شرح مبحث جواہر۔	عربی۔
۱۱۔حاشیہ میبذی۔	عربی۔

ز:۔ریاضی:

ا۔حاشیہ۔شرح چغمنی پر۔	عربی۔
۲۔حاشیہ تحریر اقلیدس پر۔	عربی۔

۳۔رسالہ صد باب اسطرلاب۔اسی نام کی کتاب نوراللہ اول کی تالیف میں بھی ہے۔

۴۔حاشیہ علی خلاصۃ الحساب بہائی۔	عربی۔

ح:۔تاریخ ورجال:

ا۔مجالس المؤمنین۔	فارسی۔
۲۔رسالہ اثبات تشیع سید محمد نور بخش۔	
۳۔حاشیۃ الرجال علامہ حلی۔	عربی۔
۴۔تراجم الرضائیین۔	عربی۔

ط:۔علم معانی وبیان:

ا۔حاشیہ بر مختصر المعانی۔	عربی۔

۲۔حاشیہ بر مطول۔ عربی۔
۳۔حاشیہ شرح مختصر المعانی کے حاشیہ ختائی پر۔ عربی۔

ی:۔ادب:

۱۔دیوان قصائد۔ فارسی و عربی۔
۲۔شرح خطبة حاشيه القزوينی علی العضدی۔
۳۔ حاشية علی خطبة شرح المواقف۔
۴۔شرح رباعیات شیخ ابو سعید ابوالخیر۔ فارسی۔
۵۔دیوان اشعار۔ فارسی۔
۶۔کتاب نشات۔ فارسی۔
۷۔شرح خطبة حاشية علی مختصر ابن الحاجب فارسی۔
۸۔شرح گلشن راز شبستری۔
۹۔رسالہ گل و سنبل۔اسی نام کا رسالہ نوراللہ اول کے تالیفات میں بھی ہے۔
۱۰۔گوہر شاھوار۔

ک:صرف و نحو:

۱۔ رسالہ فی تعريف الماضی ومتعلقاتها۔
۲۔حاشیہ بر شرح جامی۔
۳۔حاشیہ بر مطول۔
۴۔رسالہ مبحث تحذیر۔

ل:۔مختلف علوم:

۱۔رسالة عدة الابرار۔
۲۔رسالة عشرة كامله خانخانيه۔
۳۔رسالہ سبعہ سیارہ۔
۴۔رسالہ فی بعض المشكلات۔

❖❖❖ ☆ ❖❖❖